تفسیر ابن کثیر

مولانا نورالرحمان ہزاروی
(ناظم تعلیمات جامعہ ندوۃ العلم کراچی)

"وہ کتابیں اپنے آباء کی....." کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور مآخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ حافظ ابن کثیرؒ کی مشہور تفسیر "تفسیر ابن کثیر" کا سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ ــــــــ (مدیر)

بلامبالغہ حافظ ابن کثیرؒ کی ہر تصنیف ایک علمی شاہکار ہے۔ مگر ان کا اصل تصنیفی کارنامہ ان کی دو کتابیں ہیں۔ جو دنیا کی بہترین تصانیف میں شمار ہوتی ہیں۔ ایک کتاب تاریخ اسلام کے موضوع پر "البدایة والنهایة" کے نام سے ہے۔ ازروئے روایت، کتبِ تاریخ میں یہ جلیل القدر کتاب ہے۔ اور دوسری کتاب ان کی "تفسیر" ہے۔ یقیناً یہی دو کتابیں ہیں، جنہوں نے حافظ ابن کثیرؒ کو علمی حلقوں میں متعارف کرایا اور انہیں شہرت کی بلندیوں پر پہنچایا۔ اس وقت ہمارے زیرِ تبصرہ جو کتاب ہے، وہ ان کی عظیم الشان تفسیر ہے۔ اس تفسیر کا نام "تفسیر القرآن العظیم" ہے۔ جو "تفسیر ابنِ کثیرؒ" کے نام سے مشہور ہے۔ "تفسیر ابنِ کثیرؒ" ان تمام تفاسیر میں جن کی بنیاد منقولات وروایات پر ہے، سب سے زیادہ معتمد اور باوثوق سمجھی جاتی ہے۔ تفسیر مأثور پر مشتمل کتب میں یہ حد درجہ شہرت رکھتی ہے۔ کتبِ تفسیر میں "تفسیر ابنِ جریرؒ" کے بعد اس کا درجہ ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ "ذیل تذکرة الحفاظ" میں اور زرقانیؒ "شرح المواهب" میں "تفسیر ابنِ کثیرؒ" کے بارے میں لکھتے ہیں: "إنه لم يؤلف على نمطه مثله" یعنی "اس جیسی تفسیر آج تک نہیں لکھی گئی۔" (الرسالة المستطرفة للكتانيؒ : ص ١٤٦)

"تفسیر ابنِ کثیرؒ" کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعد کے تمام مفسرین نے موضوع اور اسرائیلی روایات کی نشاندہی میں اسی تفسیر سے استفادہ کیا۔ "تفسیر ابنِ کثیرؒ" سے پہلے تفسیر مأثور پر مشتمل جتنی تفاسیر بھی لکھی گئیں، ان میں محدثانہ احتیاط اور احادیث کے صحیح انتخاب کی بڑی کمی تھی، نیز ان میں ضعیف اور موضوع احادیث اور اسرائیلی روایات کی بھرمار تھی۔ حافظ ابنِ کثیرؒ جو نقاد اور پختہ کار محدّث تھے، فنونِ حدیث اور احوالِ رجال کے سلسلہ میں وہ نہایت گہری بصیرت رکھتے تھے، روایات کے نقد اور ان کے منشاء اور مقصد کی نشان دہی کرنے میں انہیں خاص ملکہ حاصل تھا، انہوں نے سابقہ نقلی تفاسیر کی ان خامیوں کو دیکھتے ہوئے ایک ایسی تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا، جو ضعیف اور موضوع احادیث اور اسرائیلی روایات سے پاک صاف ہو۔ چنانچہ انہوں نے محدثانہ طریق پر یہ تفسیر مرتب کی۔ یقیناً وہ ایک حد تک اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے۔ اگرچہ وہ اس تفسیر میں اس بلند محدثانہ معیار کو پورے طور پر قائم نہیں رکھ سکے جس کی ان

سے توقع تھی۔ انہوں نے کسی قدر توسع سے کام لیا۔ اور اسرائیلیات کے ایک حصّہ کو قبول کیا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ

تفسیر ابنِ کثیر نقل ودرایت کا حسین امتزاج! ''تفسیر ابن کثیر'' کے متعلق عام طور پر علماء و محققین کا یہی خیال ہے کہ یہ خالصۃً ''تفسیر ماثور'' ہے مثلاً ڈاکٹر محمد حسین ذہبی مرحوم نے اسے ان کتب تفسیر میں شمار کیا ہے، جو تفسیر ماثور پر مشتمل ہیں۔ (التفسیر والمفسرون: ۱/۱۳۸) مگراس بابت تفسیر کے تحقیقی مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ''تفسیر ابنِ کثیر'' محض تفسیر ماثور نہیں ہے، بلکہ یہ تفسیرِ منقول اور اجتہادی تفسیر کا ایک حسین امتزاج ہے۔ آیات کی تفسیر میں وہ دیگر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کے علاوہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، علماء سلف اور اہلِ لغت کے اقوال بھی ذکر کرتے ہیں۔ غرض حافظ ابنِ کثیرؒ نے اس میں تفسیر و تاویل اور روایت و درایت کو یکجا جمع کیا ہے، البتہ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے ساتھ تفسیر کو انہوں نے اولیت دی ہے، احادیث کی اسانید ذکر کرنے کا انہوں نے حد درجہ اہتمام کیا ہے، صحیح حدیث کو ضعیف اور موضوع سے بالکل ممتاز اور جدا کر دیا ہے۔ سندِ حدیث میں مذکور رجال و رواۃ پر محدثانہ طریقے سے نقد و جرح بھی کی ہے..... شاید تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کو اولیت دینے اور محدثانہ اسلوب کے غلبہ کی وجہ سے عام طور پر خیال راسخ ہو گیا کہ ''تفسیر ابنِ کثیر'' خالصۃً تفسیر منقول ہے۔ مگر تحقیقی بات وہی ہے، جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ''تفسیر ابنِ کثیر'' محض تفسیر ماثور نہیں، بلکہ یہ تفسیر منقول اور اجتہادی تفسیر کا حسین امتزاج ہے۔ یہی رائے ڈاکٹر محمد بن محمد ابوشہبہ کی بھی ہے۔ انہوں نے ''تفسیر ابنِ کثیر'' کو اُن کتبِ تفسیر کے ذیل میں ذکر کیا ہے، جو تفسیر منقول اور تفسیر بالرأی دونوں پر مشتمل ہیں۔ (الإسرائيليات و الموضوعات في كتب التفسير للدكتور محمد بن محمد أبي شهبة: ص ۱۲۵ - ۱۲۸) خود حافظ ابنِ کثیرؒ نے بھی تفسیر بالرأی کی اجازت دی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''فأما من تكلم بما يعلم من ذلك لغةً و شرعاً فلا حرج عليه ؛ ولهذا روي عن هؤلاء وغيرهم أقوال في التفسير''، یعنی ''اگر کوئی شخص آیات قرآنیہ کی تفسیر میں از روئے لغت کلام کرنا چاہے اور اس کا وہ قول شرع کے ساتھ متصادم نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہی وجہ ہے کہ کتبِ تفسیر میں ائمہ سلف کے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔''

(مقدمة تفسير ابنِ كثير : ص ۹)

''تفسیر ابنِ کثیر'' کی ترتیب و انداز! جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ''تفسیر ابنِ کثیر'' میں اگرچہ اجتہادی تفسیر کی آمیزش بھی ہے، مگر اکثر و اغلب کے اعتبار سے یہ ایک نقلی تفسیر ہے۔ حافظ ابنِ کثیرؒ نے اس میں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کے ساتھ تفسیر میں انہوں نے کافی حد تک احتیاط برتی ہے۔ انہوں نے ممکنہ حد تک کوشش کی ہے کہ محدثانہ معیار قائم رہے اور صرف ان احادیث کو جگہ ملے، جو صحیح اور قابلِ استدلال ہوں اور صحت حدیث کے لئے ضروری اور ناگزیر شرائط پر وہ پوری اترتی ہوں۔ وہ آیات کریمہ کی تفسیر سے متعلق منقول روایات کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہیں، ان کی

ندوں پر کلام کرتے ہیں۔ اصولِ جرح وتعدیل کی روشنی میں صحیح، ضعیف اور موضوع احادیث کو بالکل جدا اور علیحدہ کر دیتے ہیں۔

انہوں نے تفسیر کے شروع میں تقریباً پانچ صفحات پر مشتمل ایک اہم مقدمہ ذکر کیا ہے، جس میں انہوں نے قرآنِ کریم اور اس کی تفسیر سے متعلق انتہائی اہم علمی مباحث پر روشنی ڈالی ہے۔ اس مقدمہ کا اکثر حصہ ان کے شیخ امام ابنِ تیمیہؒ کے رسالہ "مقدمة في أصول التفسير" سے ماخوذ ہے۔ مقدمہ میں انہوں نے علماء کرام پر قرآنِ کریم کی تفسیر سیکھنے اور اس کے معانی میں غور وتدبر کرنے پر زور دیا ہے، بعد ازاں انہوں نے بیان کیا کہ قرآنِ کریم کی تفسیر میں سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ آیت کی تفسیر آیت سے کی جائے، اگر قرآنِ کریم میں آیت کی تفسیر نہ ملے تو حدیث نبوی سے اس کی تفسیر کی جائے، حدیث میں بھی تفسیر نہ ملے تو صحابہ کرامؓ کے اقوال سے تفسیر کی جائے، اور اگر صحابہ کرامؓ کے اقوال سے بھی مدد نہ ملے تو تابعین یا اتباع تابعین کے اقوال سے تفسیر کی جائے۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ محض رائے کے ساتھ یعنی بغیر علم کے تفسیر کرنا حرام ہے۔ اس پر انہوں نے کئی احادیث وآثار سے استدلال کیا۔ کچھ آگے جا کر انہوں نے فرمایا کہ لغت وغیرہ پر مبنی رائے اگر شریعت سے متصادم نہ ہو تو اس کے ساتھ تفسیر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر شروع کرنے سے پہلے ایک اور مفید اور اہم مقدمہ ذکر فرمایا، جس کا عنوان یوں ہے: "مقدمة مفيدة تذكر في أول التفسير قبل الفاتحة" یہ مقدمہ تقریباً ڈیڑھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مقدمہ کے شروع میں انہوں نے بتایا کہ: بقرة، آل عمران، نساء، مائدة، براءة، رعد، نحل، حج، نور، احزاب، محمد، فتح، حجرات، رحمن، حديد، مجادله، حشر، ممتحنة، صف، جمعة، منافقون، تغابن، طلاق، ﴿يـأيها النبي لم تحرم﴾ سے لے کر دسویں آیت تک، زلزال، اور نصر .... یہ سب سورتیں مدنی، جب کہ باقی تمام مکی ہیں۔ بعد ازاں انہوں نے قرآنِ کریم کی آیات اور کلمات کی تعداد میں مفسرین کے مختلف اقوال ذکر کئے۔ اس کے بعد قرآنِ حکیم کے پاروں اور احزاب کی تعداد بیان کی، پھر لفظ "سورة" اور "آية" کے معنی میں اہلِ علم کا اختلاف بیان کیا۔ آخر میں ڈھائی سطور پر مشتمل ایک چھوٹی سی فصل ذکر کی، جس میں انہوں نے امام قرطبیؒ کا یہ قول پیش کیا:

"اس پر اجماع ہے کہ قرآنِ کریم میں کوئی عجمی ترکیب نہیں ہے۔ البتہ عجمی نام ضرور ہیں۔ جیسے ابراہیم، نوح، لوط وغیرہ۔ عجمی ناموں کے علاوہ قرآنِ کریم میں دیگر زبانوں کے الفاظ ہیں یا نہیں اس میں اختلاف ہے، باقلانیؒ اور طبریؒ نے اس کا انکار کیا ہے۔ وہ الفاظ جو عجمی زبانوں کے موافق ہیں ان کو ان حضرات نے "توافقِ لغات" پر محمول کیا ہے۔"

قرآنِ کریم کی تفسیر میں حافظ ابنِ کثیرؒ کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ کسی بھی سورت کی تفسیر شروع کرنے سے پہلے یہ بتاتے ہیں کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی، اگر سورت کے محلِ نزول میں مفسرین کا اختلاف ہو تو اسے بھی بیان کرتے ہیں، نیز اگر سورت مکی ہو اور اس کی کچھ آیتیں مدنی ہوں یا اس کا عکس ہو تو اس پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ سورت کے ناموں سے متعلق مفسرین کا مدلل اختلاف بھی بیان کرتے ہیں۔ عموماً سورت کی آیات اور اس کے کلمات کی

تعداد بھی ذکر کرتے ہیں۔سورت کے فضائل میں اگر قابلِ حجت احادیث ہوں تو انہیں بھی بیان کرتے ہیں، اسی طرح آیات کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح ہوتو وہ بھی ذکر کرتے ہیں۔ساتھ ساتھ ضعیف یا موضوع احادیث پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں۔حدیث کے ضعیف یا موضوع ہونے کی وجہ بھی ذکر فرماتے ہیں۔سورت یا آیت کا شانِ نزول ہوتو اسے بھی بیان فرماتے ہیں...... یہ وہ کام ہیں جو وہ تقریباً ہر سورت کے شروع میں کرتے ہیں۔آیات کی تفسیر میں حافظ ابنِ کثیرؒ کا طرزِ انداز یہ ہے کہ وہ آسان، عام فہم، سلیس اور مختصر عبارت میں آیت کی تفسیر کرتے ہیں۔اگر ممکن ہوتو کسی دوسری قرآنی آیت سے اس کا مفہوم واضح کرتے ہیں۔اس طرح آیات کے باہم مقارنہ سے قرآنِ کریم کا مطلب کھل کر سامنے آجاتا ہے۔مفسرین کی اصلاح میں اسے ''تفسیر القرآن بالقرآن'' کہتے ہیں۔حافظ ابنِ کثیرؒ کے یہاں اس کا خصوصی اہتمام ہے۔وہ ایک مفہوم ومعنی والی تمام آیات کو ایک جگہ جمع کردیتے ہیں۔آیت کی تفسیر وتشریح کے بعد وہ اس سے متعلق احادیث مرفوعہ ذکر کرتے ہیں، اور ساتھ ساتھ اس بات کی نشاندہی کرتے جاتے ہیں کہ ان میں سے کون سی حدیث قابلِ احتجاج ہے اور کون سی ساقط الاعتبار ہے۔بعد ازاں اس کی تائید میں صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور دیگر علماء سلف کے اقوال تحریر کرتے ہیں۔پھر وہ ان اقوال میں جو ان کے نزدیک راجح ہو، اسے ترجیح دیتے ہیں۔روایات کی سندوں پر کلام کرتے ہیں، رجال پر اصول جرح وتعدیل کی روشنی میں نقد کرتے ہیں۔بعض کی تعدیل اور بعض کو مجروح قرار دیتے ہیں۔اس بنیاد پر پھر وہ روایات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں یا نا قابلِ اعتبار۔روایات کے پرکھنے اور رجال پر نقد کرنے میں وہ ائمہ جرح وتعدیل کی آراء ذکر کرتے ہیں، مگر ان پر بھی نہایت ماہرانہ نقد کرتے ہیں۔جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

علاوہ ازیں آیت میں اشکال ہوتو اس کو ذکر کر کے جواب دیتے ہیں، مشکل آیات کے حل کے لئے مختلف توجیہات بیان کرتے ہیں، اور جو توجیہ راجح ہو اس کی نشان دہی کرتے ہیں۔آیات کی تفسیر کرتے وقت بعض الفاظ کے معنی بیان کرنے کے لئے عرب کے فصیح شعراء کے اشعار بھی استشہاد میں پیش کرتے ہیں۔آیات کی تفسیر میں قدماء مفسرین کے اقوال بھی ذکر کرتے ہیں۔ان میں جو راجح ہو اسے وجہ ترجیح کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔عموماً کسی مفسر کا قول ذکر کرنے کے بعد جب اس پر تبصرہ اور نقد کرتے ہیں تو ''قلت'' کہہ کر کرتے ہیں۔آیات میں بقدرِ ضرورت صرفی، نحوی اور بلاغی مباحث بھی ذکر کرتے ہیں۔باطل فرقوں مثلاً معتزلہ، روافض، خوارج وغیرہ کے باطل نظریات پر رد کرتے ہوئے ان کے شبہات اور اعتراضات ذکر کر کے ان کے شافی جوابات بھی دیتے ہیں۔مختلف قرآنی قراءتیں بیان کرتے ہیں، ناسخ و منسوخ کی نشاندہی کرتے ہیں۔اسرائیلی روایات کی نشان دہی کرتے ہوئے ان پر زبردست رد کرتے ہیں۔قرآنی آیات جن احکام اور فقہی مسائل پر مشتمل ہوتی ہے، ان پر بقدرِ ضرورت کلام کرتے ہیں۔مسائل میں فقہاء کرام کے اختلافی اقوال، ان کے مسالک ومذاہب دلائل و براہین کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔غرض ''تفسیر ابنِ کثیرؒ'' قرآن دانی کے لئے ایک جامع ترین تفسیر ہے۔اور اس اعتبار سے کہ اس میں حافظ ابنِ کثیرؒ نے تفسیر بالماثور کا بہت زیادہ

اہتمام کیا ہے اور اسے محدثانہ معیار پر مرتب کیا ہے، یہ موجودہ تفاسیر میں نہایت قابلِ اعتماد و استفادہ تفسیر ہے۔

وہ تفاسیر جن سے حافظ ابنِ کثیرؒ نے استفادہ کیا! حافظ ابنِ کثیرؒ نے ''تفسیر ابنِ کثیر'' میں سابقہ مفسرین اوران کی کتبِ تفسیر سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ان میں ''تفسیر ابنِ جریر''، '' تفسیر ابنِ عطیہ''، ''تفسیر قرطبی''، ''تفسیر طبری''، ''تفسیر ابنِ ابی حاتم''، ''تفسیر کبیر''، ''تفسیر کشاف'' وغیرہ قابلِ ذکر ہیں، مگر وہ صرف ان کے تفسیری اقوال ذکر کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے، بلکہ ان پر جا بجا نقد بھی کرتے ہیں۔ بسا اوقات ایک رائے کو راجح اور باقی کو رد کر دیتے ہیں، کبھی سب کے درمیان تطبیق دیتے ہیں۔قرآن کریم کی تفسیر میں انہوں نے سب سے زیادہ استفادہ ''تفسیر ابنِ جریر'' سے کیا، مگر بایں ہمہ انہوں نے ''تفسیر ابنِ جریر'' میں موضوع اور اسرائیلی روایات درج کرنے پر امام ابنِ جریرؒ کا زبردست تعقب اور نقد کیا ہے۔ان کے بعض تفسیری اقوال کو بھی انہوں نے رد کیا ہے۔مثلاً سورۃ بقرۃ کی آیت:﴿مثلهم كمثل الذي استوقد نارًا ......﴾ کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے امام ابنِ جریرؒ پر ردّ کرتے ہوئے فرمایا:'' وزعم ابن جرير أن المضروب لهم المثل ههنا لم يؤمنوا في وقت من الأوقات،واحتجّ بقوله تعالى:﴿ومن الناس من يقول آمنابالله و باليوم الآخر وما هم بمؤمنين﴾والصواب : أن هذا إخبار عنهم في حال نفاقهم و كفرهم ، وهذا لا ينفي أنه كان حصل لهم إيمان قبل ذلك ، ثمّ سلبوه، و طبع على قلوبهم ، ولم يستحضر هذه الآية ههنا وهي قوله تعالي : ﴿ ذلك بأنهم آمنواثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون﴾ .... (تفسير ابنِ كثير ١/ ٥٠-٥١) ''

اسی طرح ''سورۃ بقرۃ'' ہی کی آیت ﴿ وإذقلنا للملئكة اسجدوا لآدم فسجدوا إلّا إبليس أبى واستكبر وكان من الكفرين﴾ کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے امام ابن جریرؒ کی بیان کردہ ایک موضوع اور اسرائیلی روایت پر رد کرتے ہوئے فرمایا:'' وهذاغريب ، ولا يكاد يصحّ إسناده فإن فيه رجلامبهماومثله لا يحتج به ، والله أعلم''.(تفسير ابن كثير : ١/٧٢)

انہوں نے علامہ زمخشری کی تفسیر ''الکشاف '' سے بھی خوب استفادہ کیا ہے۔مگر عموماً جہاں علامہ زمخشری نے اپنے اعتزال کے ثبوت کے لئے آیات کریمہ کا جھوٹا سہارا لینے کی کوشش کی ہے۔وہاں انہوں نے ان کی زبردست گرفت کی ہے۔مثال کے طور پر سورہ البقرہ کی آیت:﴿ختم الله على قلوبهم ﴾ کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے علامہ زمخشری کی خبر لیتے ہوئے فرمایا: '' قلت:وقدأ طنب الزمخشريّ في تقرير ما ردّه ابن جرير ههنا ، تأويل الآية من خمسة أوجه و كلها ضعيفة جدا ،وما جرأه على ذلك إلا اعتزاله ؛ لأن الختم على قلوبهم ومنعها من وصول الحق إليهاقبيح عنده، يتعالى الله عنه في اعتقاده...... ''، یعنی ''میں کہتا ہوں کہ امام ابن جریرؒ نے مذکورہ آیت کے اس معنی (کہ یہاں اللہ تعالیٰ ان کے تکبر اور حق بات سننے سے روگردانی کرنے کی خبر دے رہے

ہیں) کورد کیا ہے، اور علامہ زمخشری نے اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔اور ظاہر معنی کے خلاف آیت کی پانچ تاویلیں کی ہیں۔جو سب کی سب انتہائی کمزور ہیں۔علامہ زمخشری کو ان کے اعتزال نے اس جسارت پر آمادہ کیا ہے۔اس لئے کہ ان کا ہم نوا معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ دلوں پر مہر لگانا اور انہیں حق تک رسائی سے روکنا قبیح ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بری ہیں۔اگر علامہ زمخشری قول باری تعالیٰ: ﴿ فلما أزاغوا أزاغ الله قلوبهم﴾، قولِ باری تعالیٰ: ﴿ ونقلب أفئدتهم وابصارهم كما لم يؤمنوابه أول مرة ونذرهم في طغيانهم يعمهون ﴾ اور اس جیسی دیگر آیات جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی سرکشی، حق کو چھوڑنے اور باطل میں سرگرداں رہنے کی جزاء کے طور پر ان کے دلوں پر مہر ثبت کر دی ہے اور ان کو ہدایت سے دور کر دیا ہے۔اگر ان آیات کو وہ سمجھتے تو کبھی ایسی باتیں نہ کرتے۔(تفسير ابن كثير : ١/ ٨٥)

تفسیر ابنِ کثیر اور اسرائیلیات! حافظ ابن کثیرؒ کی سب سے بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اسرائیلیات کے بارے میں ان کا رویہ انتہائی جارحانہ ہے۔متقدمین کی کتب تفسیر میں جو موضوع اور اسرائیلی روایات مذکور ہیں، حافظ ابن کثیرؒ بسا اوقات تو ان کو ذکر کر کے ان پر رد کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ باطل جھوٹی اسرائیلی روایت ہے، جو اسلامی روایت میں گھس آئی ہے اور کبھی کبھار اسرائیلی واقعہ ذکر کرنے کے بجائے اس کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں اور اس کے متعلق اپنی رائے بیان کر دیتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ اپنے شیخ امام ابنِ تیمیہؒ سے بہت زیادہ متاثر ہیں، بلکہ اپنی تفسیر میں امام ابنِ تیمیہؒ نے "مقدمة في أصول التفسير" میں اسرائیلی روایات سے متعلق جو کچھ ذکر کیا ہے، حافظ ابنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس کے مقابلہ میں زیادہ مواد اور معلومات جمع کی ہیں۔بلا مبالغہ "تفسیر ابن کثیر" اور موضوع تفسیری روایات سے متعلق ایک انسائیکلو پیڈیا ہے۔بعد میں جتنے بھی مفسرین آئے ہیں، بشمول علامہ آلوسیؒ کے وہ سب کے سب موضوع اور اسرائیلی روایات کی نشاندہی کرنے میں حافظ ابنِ کثیر کے محتاج ہیں، انہوں نے اس باب میں ان کی تفسیر سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔حافظ ابنِ کثیرؒ کو روایت کی جانچ پڑتال اور اس کے منشأ اور مصدر کی نشاندہی میں راسخ اور مضبوط ملکہ حاصل تھا۔انہیں اس بات کا بخوبی علم تھا کہ یہ اسرائیلی روایت کیونکر اسلامی روایت میں گھس آئی ہے۔انہوں نے امام ابنِ جریرؒ کی جلالت قدر اور عظمت شان کے باوجود ان پر موضوع اور اسرائیلی روایات کے لانے پر زبردست نقد کیا۔

اسرائیلی روایات پر رد و قدح کی چند مثالیں بطور مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہوں:

☆سورہ بقرہ کی آیت: ﴿ وإذ قال موسى لقومه إن الله يأمركم أن تذبحوا بقرة ...... ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابنِ کثیرؒ نے بنی اسرائیل کی گائے کا طویل قصہ ذکر کیا ہے کہ کس طرح بنی اسرائیل نے مخصوص گائے کا مطالبہ کیا اور یہ کہ وہ گائے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کے پاس پائی گئی جو اپنے والد کا بہت زیادہ فرمانبردار تھا، پھر اس میں سلف سے منقول روایات ذکر کرنے کے بعد فرمایا:" وهذه السياقات عن عبيدة و أبي العالية و السدي وغيرهم،

فيها اختلاف ما، والظاهر أنها مأخوذة من كتب بني إسرائيل، وهي مما يجوز نقلها، ولكن لا تصدق ولا تكذب؛ فلهذا لا يعتمد عليها إلا ما وافق الحق عندنا، والله أعلم." یعنی "یہ روایات جو عبیدہ، ابو العالیہ، سدی وغیرہ سے مروی ہیں، ان میں اختلاف ہے، ظاہر ہے کہ یہ روایات بنی اسرائیل کی کتابوں سے لی گئی ہیں۔ یہ روایات ایسی ہیں کہ ان کو نقل کرنا تو درست ہے، البتہ ان کی تصدیق یا تکذیب نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا ان پر اعتماد کرنا صحیح نہیں، سوائے ان روایات کے جو ہماری شریعت کے موافق ہوں۔" (تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۰۱)

☆اسی طرح سورۃ ق میں "ق" کی تفسیر کرتے ہوئے آغاز سورت میں لکھتے ہیں:" وقد روي عن بعض السلف أنهم قالوا: ق جبل محيط بجميع الأرض، يقال له جبل قاف، وكأنّ هذا۔ والله أعلم۔ من خرافات بني إسرائيل التى أخذها عنهم بعض الناس، لما رأى من جواز الرواية عنهم مما لا يصدق ولا يكذب ...... وإنما أباح الشارع الرواية عنهم في قوله: " وحدثوا عن بني إسرائيل، ولا حرج." فيما قد يجوزه العقل، فأما فيما تحيله العقول، ويحكم فيه بالبطلان ويغلب على الظنون كذبه، فليس من هذا القبيل، والله أعلم." یعنی بعض علماء سلف سے منقول ہے کہ "ق" سے مراد یک پہاڑ ہے، جو پوری زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس پہاڑ کو "کوہ قاف" کہتے ہیں۔ یہ بھی۔ واللہ اعلم۔ بنی اسرائیل کی خرافات میں سے ہے، جسے بعض لوگوں نے ان سے نقل کیا ہے، اس لئے کہ ان کے خیال میں بنی اسرائیل سے ایسے واقعات نقل کرنا درست ہے جن کی نہ تصدیق کی جاسکتی ہو اور نہ ان کو جھٹلایا جاسکتا ہو۔ میرے خیال میں یہ اور اس جیسی دوسری باتیں زنادقہ اہل کتاب کی گھڑی ہوئی ہیں، جن کے گھڑنے اور وضع کرنے سے مقصود لوگوں کو دین سے برگشتہ کرنا اور ان پر ان کے دین کو خلط ملط کرنا تھا۔ جب علماء حدیث اور حفاظ وآئمہ کی کثرت کے باوجود امتِ محمدیہ میں احادیث وضع کر کے ان کو حضور اکرم ﷺ کی جانب منسوب کر دیا گیا ہے، جب کہ امت محمدیہ کی عمر بھی بہت کم ہے تو بنی اسرائیل کی امت میں ایسا کیوں کر نہ ہوتا حالانکہ اس پر عرصہ دراز گذر چکا ہے۔ علاوہ ازیں ان میں حفاظ ونقاد کی شدید قلت وندرت پائی جاتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ شراب نوشی کے عادی ہیں، بنی اسرائیل کے علماء نے کتب مقدسہ میں تحریفات کا ارتکاب کیا ہے، پھر شارع علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ کہہ کر کہ "بنی اسرائیل سے روایت کیا کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔" جو نقل و روایت کی اجازت دی ہے تو وہ ایسی باتوں تک محدود ہے، جو عقل کے پیمانہ پر پوری اترتی ہوں اور جو بات عقلِ سلیم میں نہ آتی ہو اور اس کا جھوٹ ہونا بالکل ظاہر ہو، اس کا بنی اسرائیل سے روایت کرنا ہرگز درست نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۹۰)

تفسیر ابن کثیر اور فقہی مسائل! تفسیر ابن کثیر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ احکام پر مشتمل آیات کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ احکام وفقہی مسائل اور فقہاء وائمہ کرام کے مذاہب ودلائل ذکر کرتے ہیں۔ مگر وہ دیگر مفسرین مثلاً امام قرطبیؒ، امام رازیؒ، علامہ آلوسیؒ وغیرہ کی طرح اس میں حد سے تجاوز نہیں کرتے، بلکہ اعتدال کے دائرہ میں محدود

رہتے ہیں۔ چونکہ مسلکاً شافعی ہیں اس لئے عموماً امام شافعیؒ کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر اور نحوی مباحث: حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں جا بجا بقدرِ ضرورت نحوی مباحث بھی ذکر فرمائے ہیں، انہوں نے اس ذیل میں نحات پر جا بجا ردّ بھی کیا ہے۔ مگر علامہ آلوسیؒ کی طرح وہ زیادہ گہرائی میں نہیں جاتے، بلکہ ضرورت کے بقدر کلام کرتے ہیں۔ "تفسیر ابنِ کثیر" میں اس کی بیسیوں مثالیں ہیں، بطورِ نمونہ دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔

☆سورۃ الفاتحہ کی آیت: (غیر المغضوب علیھم ولا الضالین) کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے فرمایا: "قرأ الجمھور (غیر) بالجر علی النعت، قال الزمخشري: و قرئ بالنصب علی الحال، و ھي قراءة رسول الله ﷺ و عمر بن الخطابؓ، ورویت عن ابن کثیر، وذوالحال الضمیر في علیھم والعامل أنعمت ...... وقد زعم بعض النحاة أن غیر ھھنا استثنائیة، فیکون علی ھذا منقطعا لا ستثنائھم من المنعم علیھم ولیسوا منھم، وما أوردناه أولیٰ، ...... ومنھم من زعم أن لا في قوله تعالیٰ: (ولا الضالین) زائدة وأن تقدیر الکلام عنده: غیر المغضوب علیھم والضالین...... والصحیح ما قدمناه"، یعنی "جمہور نے "غیر" کو جر کے ساتھ پڑھتے ہوئے اسے "الذین" کی صفت قرار دیا ہے۔ زمخشری کہتے ہیں۔ حال کی بناء پر اسے منصوب پڑھا گیا ہے، اور یہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمر فاروقؓ کی قراءت۔ امام ابن کثیرؒ سے بھی یہی قراءت مروی ہے۔ ذوالحال "علیھم" میں "ھم" ضمیر ہے اور عامل "أنعمت" ہے۔ بعض نحات نے کہا ہے کہ "غیر" یہاں استثنائیہ ہے اور استثناء منقطع ہے کیونکہ "مغضوب علیھم" اور "ضالین" کا "منعم علیھم" سے استثناء کیا گیا ہے اور یہ دونوں "منعم علیھم" میں سے نہیں ہیں۔ مگر ہم نے جو کہا ہے وہ اولیٰ ہے...... جب کہ بعض دیگر نحات نے کہا ہے کہ ﴿ولا الضالین﴾ میں "لا" زائد ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے: "غیر المغضوب علیھم والضالین"...... مگر صحیح بات وہی ہے جو ہم بیان کر چکے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۴،۵۵)

☆سورۃ بقرۃ کی آیت ﴿ فھي کالحجارۃ أو أشدّ قسوۃ ﴾ کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے لفظ "او" کے بارے میں ایک طویل اور مفصّل بحث ذکر کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ "او" شک کے لئے تو نہیں ہوسکتا، اس پر اجماع ہے۔ رہی بات کہ یہ کس معنی میں ہے؟ تو بعض علماء عربیت نے کہا ہے کہ یہ "واو" کے معنی میں ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے: "فھي کالحجارۃ وأشدّ قسوۃ۔" جب کہ قول باری تعالیٰ: ﴿ولا تطع منھم آثما أو کفورا﴾ اور قول باری تعالیٰ ﴿عذرا أو نذرا﴾ میں "أو"، "واو" کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ "او" یہاں "بل" کے معنی میں ہے۔ اور تقدیری عبارت یوں ہے: "فھي کالحجارۃ بل أشدّ قسوۃ" جیسا کہ قول باری تعالیٰ: ﴿إذ فریق منھم یخشون الناس کخشیة الله أو أشد خشیة﴾، قول باری تعالیٰ: ﴿و أرسلناه إلی مائة ألف أو یزیدون﴾ اور قول باری تعالیٰ: ﴿ فکان قاب قوسین أو أدنیٰ﴾ میں "أو"، "بل" کے معنی میں ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مقصود مخاطب کو ابہام میں ڈالنا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے "فقلوبکم لا

تخرج عن هذين المثلين ،إمّاأن تكون مثل الحجارة في القسوة وإمّا أن تكون أشدّ منهما في القسوة۔"، یعنی" تم لوگوں کے دل ان دومثالوں سے خالی نہیں، یا تو پتھر کی طرح سخت ہیں یااس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔" امام ابن جریرؒ نے اس معنی کوراجح قرار دیا ہےاوردیگر معانی کی بھی توجیہات پیش کی ہیں۔حافظ ابن کثیرؒ نے بھی "قلت" کہ کر اس کی تائید میں کئی آیتیں پیش کی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۹۹، ۲۰۰)

تفسیر ابن کثیر اور علم لغت! حافظ ابن کثیرؒ نے آیات قرآنیہ کی تفسیر اور وضاحت کے لئے علم لغت سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔وہ جابجا آیت میں مذکورلفظ کی بقدرضرورت لغوی تحقیق کرتے ہیں، اگر لفظ واحد ہوتو اس کی جمع اور جمع ہوتو اس کا واحد بیان کرتے ہیں۔ایک لفظ میں اگر کئی لغات ہوں تو اسے بھی بیان کرتے ہیں۔فصحاءعرب کے اشعار بھی استشہاد میں پیش کرتے ہیں۔غرض انہوں نے آیات کی تفسیر کے لئے علم لغت کا بھرپور استعمال کیا ہے۔"تفسیر ابن کثیر" میں اس کی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں۔مثال کے طور پر سورۃ بقرۃ کی آیت:﴿و ظللنا عليكم الغمام وأنزلنا عليكم المن والسلوى﴾ کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے "من" اور "سلویٰ" کے معنی بیان کرتے ہوئے دیگر مفسرین کے اقوال پیش کرنے کے علاوہ لغت اور شعراءعرب کے اشعار سے بھی استفادہ کیا ہے۔(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۶۹۔ ۱۷۳) اسی طرح سورۃ البقرۃ ہی کی آیت ﴿يظنون أنهم ملاقوا ربهم﴾ کی تفسیر کے ذیل میں "ظن" کے معنی بیان کرنے میں انہوں نے دیگر آیات کریمہ احادیث، لغت، اور اشعار سے خوب استفادہ کیا ہے۔(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۰۷)

تفسیر ابن کثیر اور قراءات قرآنیہ! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علمِ تفسیر ایک علم ہے اور علمِ قراءات ایک مستقل علم ہے کہ اوّل کا مرجع درایت ہے اور آخرالذکر کا مرجع روایت ہے، مگر اس فرق کے باوجود دونوں ایک اعتبار سے باہم مربوط ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ روایت کا درایت کی تحقیق میں اور درایت کا روایت کی تحقیق میں گہرا اثر ونفوذ ہے۔ (التفسير و رجاله لا بن عاشور: ص ۲۵) حافظ ابن کثیرؒ بھی اس حقیقت سے واقف تھے، انہیں خوب علم تھا کہ تفسیر قرآن اور قراءات کے درمیان گہرا ربط اور تعلق ہے، اسی لئے انہوں نے اپنی تفسیر میں مختلف قراءات قرآنیہ کے ذکر کرنے کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔قراءت کے اختلاف سے معنی میں پیدا ہونے والی تبدیلی کو بھی انہوں نے بیان کیا ہے۔

ائمہ جرح وتعدیل پر نقد: حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال بھی نقل کیے ہیں جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے معلوم ہو چکا، مگر وہ صرف نقل پر اکتفاء نہیں فرماتے بلکہ جہاں انہیں کسی کا قول پسند نہ ہوتو اس پر بلا جھجک ردّ بھی کرتے ہیں اور جو رائے ان کو محقق معلوم ہوتی ہے، اسے ذکر کر دیتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ کسی سے رعایت نہیں کرتے۔"تفسیر ابن کثیر" میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں: ☆......حافظ ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم کی سند سے یہ حدیث ذکر کی :"ويل وادٍفي جهنّم، يهوى فيه الكافر أربعين خريفا قبل أن يبلغ قعره " یعنی "ویل" ایک جہنم میں ایک وادی ہے، جس کی گہرائی اتنی زیادہ ہے کہ ایک کافر کو اس کی تہ تک گرنے میں چالیس سال

لگیں گے"۔اس حدیث کوذکر کرنے کے بعد حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا:" و رواه الترمذي عن عبدالرحمٰن بن حميد بن الحسن بن موسى ،عن ابن لهيعة ، عن دراج به ، وقال: هذاالحديث غريب،لا نعرفه إلّا من حديث ابن لهيعة. قلت:لم ينفرد به ابن لهيعة كما ترى ، لكن الآفة ممن بعده ، وهذا الحديث بهذا الإ سناد مرفوع منكر ، والله اعلم "۔یعنی"امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث کو "عبدالرحمن بن حميد ، الحسن بن موسى ، عن ابن لهيعة ، عن دراج ، عن أبي الهيثم عن أبي سعيد الخدريؓ " کی سند سے روایت کیا ہے۔ حدیث ذکر کرنے کے بعد امام ترمذیؒ نے فرمایا : یہ حدیث غریب ہے اس کی روایت کرنے میں ابن لهيعة متفرد ہے ۔میں (حافظ ابن کثیرؒ) کہتا ہوں کہ امام ترمذیؒ کی یہ بات درست نہیں، ابن لهيعة اس حدیث کی روایت کرنے میں متفرد نہیں ہے، بلکہ اسے عمرو بن حارث نے بھی روایت کیا، بلکہ آفت کا سبب اس کے بعد والے راوی ہیں، یہ حدیث اس سند کے ساتھ مرفوع منکر ہے۔واللہ اعلم۔(تفسير ابن كثير : ١/ ٢٠٥) ☆......حافظ ابن کثیرؒ نے مسند احمد کے حوالہ سے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کی فضیلت میں بشر بن مہاجر کی ایک حدیث ذکر کی، بعدازاں بشر پر انہوں نے امام احمدؒ، امام بخاریؒ، امام ابوحاتم رازیؒ، ابن عدیؒ اور امام دارقطنیؒ کی جرح ذکر کی۔اس کے بعد فرمایا: " قلت : ولكن لبعضه شواهد...... یعنی" میں کہتا ہوں، ائمہ جرح وتعدیل کی جرح کے باوجود بشر کی حدیث کا کچھ حصہ معتبر ہے، کیونکہ اس حصہ کے شواہد موجود ہیں" (تفسير ابن كثير : ١/ ٦٤) چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اس کے کئی شواہد پیش کیے۔اس سے حافظ ابن کثیرؒ کی وسعت علمی اور ذخیرہ احادیث پر گہری نظر ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔انہوں نے ائمہ جرح وتعدیل کی آراء سے متاثر ہوکر فوراً بشر بن مہاجر کی حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ بلکہ اس کے شواہد پیش کر کے ثابت کیا کہ اس کی حدیث کا کچھ حصہ معتبر ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ کا نقدِ حدیث کا انداز: جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ حافظ ابن کثیر اعلیٰ پایہ کے محدّث تھے۔انہوں نے اپنی اس تفسیر کو محدّثانہ طریق پر مرتب کیا۔آیات کی تفسیر سے متعلق احادیث پر انتہائی ماہرانہ اور ناقدانہ کلام کیا، انتہائی نپے تلے انداز میں حدیث اور اس کی سند کا حکم بیان کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ پر انتقادات! "تفسیر ابن کثیر" میں حد درجہ احتیاط کے باوجود حافظ ابن کثیرؒ سے چند ایسی فروگذاشتیں ہوئی ہیں۔جن کی وجہ سے بعد کے محققین علماء نے ان کو تنقید کا ہدف بنایا۔ذیل میں ہم انتقادات کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں۔

☆......حافظ ابن کثیرؒ نے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، اس تفسیر کو محدّثانہ معیار پر مرتب کیا۔انہوں نے کوشش کی کہ تفسیر میں صرف صحیح اور قابلِ حجت احادیث وآثار کو ذکر کیا جائے، مگر عجیب بات یہ ہے کہ وہ اس بلند محدّثانہ معیار کو قائم نہ رکھ سکے، جس کی ان جیسے بلند پایہ محدّث اور ماہر علل حدیث سے توقع تھی۔وہ کتاب میں ایسی ضعیف اور

ناقابلِ احتجاج احادیث کو بھی ذکر کر بیٹھے۔ جنہیں دیکھ کر انسان کو تعجب ہوتا ہے کہ ان جیسے عبقری محدث پر ان احادیث کا ضعف کیوں کر مخفی رہا۔ ☆......دوسرا اعتراض حافظ ابن کثیرؒ پر یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں بلاضرورت بعض اسرائیلیات کو جگہ دی ہے۔ حالانکہ وہ خود اسرائیلیات سے بچنے اور ان سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اگر ان اسرائیلیات کو ذکر کرنے کے بعد وہ ان پر کچھ نقد یا تبصرہ فرماتے تو کچھ حرج نہ ہوتا، مگر انہوں نے ان کو بغیر کسی نقد و تبصرہ کے ذکر کیا ہے۔......اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ یہ وہ اسرائیلیات ہیں جن سے عصمتِ انبیاء پر زد نہیں پڑتی اور ہماری شریعت کے مخالف ہیں۔ لہٰذا ان کے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ☆......تیسرا اعتراض ان پر یہ کیا جاتا کہ وہ بعض آیات کی تفسیر میں اہل لغت کے کلام کو بالاستیعاب نقل کرنے میں تحری سے کام نہیں لیتے۔ مگر یہ کوئی وزنی اعتراض نہیں ہے۔ انہوں نے آیات کی تفسیر میں جس قدر ضرورت تھی اہل لغت کے کلام کو نقل کیا ہے۔ یہ کوئی لغت کی کتاب تو ہے نہیں کہ وہ اس میں استیعاب کا اہتمام کرتے۔

تفسیر ابن کثیر کی تلخیصات: ''تفسیر ابن کثیر'' کی مقبولیت اور اس کی افادیت کی وجہ سے دورِ حاضر کے محققین علماء نے اس پر مختلف حوالوں سے علمی کام کیا ہے۔ بعض نے اس پر تعلیقی و تحقیقی کام کیا ہے۔ جس کا تذکرہ مطبوعہ نسخوں کے تعارف کے ذیل میں آرہا ہے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ بعض نے اس کے خلاصے اور تلخیصیں لکھی ہیں۔ جن کی تعداد ہمارے علم کے مطابق تین ہے۔

(۱)......ان میں سب سے پہلے مصر کے نامور محقق شیخ احمد محمد شاکرؒ (متوفی ۱۳۷۷ھ) نے اس کا اختصار لکھا، جس کا نام یہ ہے: " عمدة التفسير عن الحافظ ابن كثير " شیخ احمد محمد شاکرؒ نے اصل کتاب کی خصوصیات و محاسن کو برقرار رکھتے ہوئے ضعیف احادیث، غیر مستند اسرائیلیات، مکرر اقوال، اسانید، طویل کلامی مباحث، فقہی فروع اور لغوی و لفظی مناقشات کو حذف کر دیا ہے۔ مگر شومئ قسمت وہ سورۃ انفال کی آیت: ﴿ ليحق الحق ويبطل الباطل ولو كره المجرمون ﴾ تک پہنچے ہی تھے کہ آخرت سدھار گئے۔ یہ تفسیر کا ایک چوتھائی حصہ ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ یہ کام مکمل کر لیتے، یہ ان کا ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہوتا۔ مگر اس کے باوجود جتنا کام انہوں نے کیا ہے، وہ بھی نفع و فائدہ سے خالی نہیں۔ اگر کوئی صاحب ان کی اس کتاب کا انہی کے طرز پر تکملہ لکھ دیں تو یہ بہت بڑا علمی کارنامہ ہوگا۔ (۲)......اس کی دوسری تلخیص، جو اہمیت کے لحاظ سے بھی دوسرے نمبر پر ہے، شیخ محمد نسیب رفاعیؒ (متوفی ۱۴۱۳ھ) نے لکھی ہے۔ اس کا نام "تيسير العليّ القدير لاختصار تفسير ابن كثير" ہے۔ اس میں شیخ محمد نسیب رفاعیؒ نے ممکنہ حد تک کوشش کی ہے کہ ''تفسیر ابن کثیر'' سے وہی احادیث و آثار لئے جائیں جو صحیح ہوں۔ یہ اپنی نوعیت کی ایک اچھی کوشش ہے پھر شیخ رفاعیؒ مذہبی تعصب، تشدد اور مبالغہ آمیزی سے بھی دُور دُور ہیں۔ جس سے اس کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہ تلخیص چار جلدوں میں ہے۔ (۳)......تیسری تلخیص جو اہمیت کے لحاظ سے بھی مذکورہ بالا تلخیصات کے مقابلہ میں تیسرے نمبر پر ہے۔ شیخ محمد علی صابونی نے لکھی ہے۔ اس کا نام " مختصر تفسير ابن كثير " ہے۔ یہ تین جلدوں میں ہے۔ یہ بھی

ب اچھی کوشش ہے۔ مگر اس پر کچھ انتقادات ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ صابونی نے اس میں اصل کتاب میں مذکور عیف روایات بھی ذکر کی ہیں۔ جن میں سے کچھ کا تذکرہ پہلے ہو چکا۔

پیشِ نظر مطبوعہ نسخے: ہمارے پیشِ نظر اس وقت تفسیر ابن کثیر کے تین مطبوعہ نسخے ہیں۔ ☆ ایک نسخہ وہ ہے جسے ریاض سعودی عرب سے "مكتبة الرشيد" نے چھاپا ہے۔ یہ نسخہ شیخ محمود عبدالقادر ارناؤوط کے زیرِ نگرانی چھپا ہے۔ یہ ں کا پہلا ایڈیشن ہے۔ جس کا سن طباعت ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹۹۹ء ہے۔ یہ کل پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ شیخ محمود عبدالقادر ارناؤوط نے اس کی تصحیح و تنقیح کی ہے۔ شروع کتاب میں حافظ ابن کثیرؒ اور ان کی تفسیر کا مختصر سا تعارف کیا گیا ہے۔ جس کا اکثر حصہ "التفسير والمفسرون" سے ماخوذ ہے۔ اس نسخہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں آیات کو ممتاز اور نمایاں کرنے کے لئے سرخ رنگ کے خط سے لکھا گیا ہے۔ انہوں نے اس میں سوائے تصحیح و تنقیح کے کوئی تعلیقی یا تحقیقی کام نہیں کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس کی کسی جلد میں بھی فہرست نہیں ہے البتہ آخر میں اکسٹھ (۶۱) صفحات پر مشتمل ایک طویل فہرست ہے۔ جس میں تفسیر ابن کثیر میں موجود اہم مضامین و موضوعات کی بقیہ جلد و صفحہ نمبر کی نشاندہی کی گئی ہے، یہ فہرست نہایت اہم اور مفید ہے۔ خصوصاً ان حضرات کے لئے جو کسی خاص موضوع پر معلومات حاصل کرنا چاہیں۔ نیز یہ فہرست حروفِ تہجی کے اعتبار سے ہے۔ ☆...... دوسرا نسخہ وہ ہے، جسے بیروت لبنان سے "دار الكتب العلمية" نے چھاپا ہے۔ یہ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہے۔ جس کا سن طباعت ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰۰۳ء ہے۔ یہ نسخہ کل چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ نسخہ بھی تصحیح شدہ ہے۔ مگر مصحح کا نام اس پر کہیں درج نہیں۔ اس کا کاغذ نہایت عمدہ اور ہلکے سبز رنگ کا ہے۔ کتاب کے شروع میں حافظ ابن کثیر کی سوانح حیات پر مختصر سا ایک مقدمہ ہے۔ ☆...... پیشِ نظر تیسرا نسخہ بھی بیروت لبنان سے "دار الكتب العلمية" نے ہی چھاپا ہے۔ یہ نسخہ کل سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ اس کا پہلا ایڈیشن ہے۔ جس کا سن طباعت ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۸ء ہے۔ یہ نسخہ شیخ محمد حسین شمس الدین کے حواشی و تعلیقات کے ساتھ چھپا ہے۔ کتاب کے شروع میں حافظ ابن کثیرؒ کے تعارف پر مشتمل ایک مختصر سا مقدمہ انہوں نے تحریر کیا ہے۔ اس نسخہ میں شیخ محمد حسین نے مفید حواشی و تعلیقات کے علاوہ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی تخریج کی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے جہاں جہاں مفسرین اور دیگر علماء کے اقوال ذکر کیے ہیں، ان کے مراجع و مصادر بقیہ جلد و صفحہ نمبر ذکر کیے ہیں۔ اشعار کی تخریج کی ہے۔ جہاں حافظ ابن کثیرؒ نے کسی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، انہوں نے حاشیہ میں اسے مکمل ذکر کیا ہے۔ بعض مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی ہے۔ اگر حافظ ابن کثیر کی نقل کردہ عبارت اور اصل مراجع کی عبارت میں اختلاف ہو تو حاشیہ میں اس پر تنبیہ کر دیتے ہیں۔ غرض یہ نسخہ دیگر نسخوں کے مقابلہ نہایت مفید اور اچھا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے پہلے یہ کتاب بولاق سے منوجی کی "فتح البيان" کے حاشیہ پر دس جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ پھر ۱۳۰۰ھ میں نواب صدیق حسن خان کی کتاب "مجمع البيان فى مقاصد القرآن" کے حاشیہ پر چھپی۔ بعد ازاں سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن فیصل امام نجد کے حکم سے ۱۳۴۳ھ کو مصر سے "مطبعة المنار" نے چھاپی۔ اس کے حاشیہ پر تفسیر بغوی تھی۔ اس کے علاوہ بھی یہ مصر، لبنان اور سعودی عرب سے کئی بار چھپ چکی ہے۔ ☆☆☆